دورِ رسالت میں آبی وسائل کی منصوبہ بندی

*محمد اقبال

Abstract

When the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H.) reached Madina, the water situation especially of drinking water was very poor in the city. More over the Migrents were also shifting in Madina. So the Holy Prophet (P.B.U.H.) preached the muslims that getting water resources is their human, religious and moral duty. He also told them that uncareful and unnecessary use of water is strictly prohibited. He made brotherhood between muhajirin and ansaar to collaborate the efforts and experties of agriculture and marketing. At appropriate time He finished the monopoly on natural resourses like water and some other things. So by His teachings, practical efforts and legal orders He became successful to resolve the difficult situation of drinking water in Madina.

نبی کریم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ اہل مدینہ کو پانی کی کمی کا مسئلہ درپیش ہے۔ بالخصوص پینے کا میٹھا پانی مدینہ میں بہت کم پایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ مدینہ میں میٹھے پانی کا صرف ایک چشمہ تھا جس کو عہد رسالت میں بئر رومہ کہا جاتا تھا۔ ایسا ماحول جس میں پانی کی کمی پہلے ہی موجود تھی۔ پھر مہاجرین مکہ کی آمد نے پانی کی دست یابی کی صورت حال کو مزید مشکل بنا دیا تھا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام قبول کر کے مدینہ میں آ بسنے والوں کی تعداد بھی بڑھ رہی تھی۔ اس مشکل صورت حال کا نبی کریم ﷺ نے جو حل نکالا اور مدینہ میں پینے کے پانی جیسی ہمہ وقتی ضرورت کو جس طرح پورا کیا اور جو اقدامات کیئے انہیں اس طرح ترتیب دیا جا سکتا ہے۔

1:۔ آبی وسائل میں اضافے کے لئے ترغیب وتشویق

2:۔ آبی وسائل کا حصول اور حفاظتی اقدامات

*صدر شعبہ علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد۔ پی ایچ ڈی سکالر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

3:۔ پانی کا محتاط اور ضروری استعمال

4:۔ مواخاۃ: ایک کثیر المقاصد اقدام جس میں ایک مقصد آبی وسائل میں اضافہ بھی تھا۔

5:۔ قدرتی وسائل پر اجارہ داری کا خاتمہ

مذکورہ اقدامات مدینہ طیبہ میں باقاعدہ اسلامی ریاست وحکومت کے قیام سے پہلے ہی شروع کر دیئے گئے تھے جن سے خاص طور پر مدینہ طیبہ میں پانی کی کمی کا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ قیام حکومت کے بعد نظم ونسق کے لئے ذمہ دار حکومتی ادارے قائم کئے گئے مثلاً نقابت، عرافت اور عمالت وغیرہ اور ان اداروں کی ذمہ داریوں میں حفر الآبار (کنویں کھودنا)، بناء المصانع (بندوں کی تعمیر) یعنی بعض چشموں، کنوؤں، پہاڑی ندی نالوں اور سیلابی ریلوں پر بند باندھ کر پانی کو محفوظ کرنا اور ضرورت کے مطابق پانی کا استعمال اور پانی کا رخ تبدیل کرنا وغیرہ شامل تھے۔ ان حکومتی اقدامات کا فائدہ ریاست مدینہ کے تمام شہریوں کو ہوا لیکن اولین فائدہ اہل مدینہ کو پہنچا۔

مدینہ طیبہ میں نبی کریم ﷺ کے فوری اقدامات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلا اقدام: آبی وسائل میں اضافے کے لئے ترغیب وتشویق

مدینہ طیبہ میں وسیع النظر داعیٔ حق کی طرح آپ نے صرف عبادات پر زور نہیں دیا بلکہ انسانوں کے زندہ مسائل حل کرنے کی کوشش بھی فرمائی۔ انہیں مسائل میں ایک پینے کے پانی کا مسئلہ تھا جس کے حل کے لئے آپ نے آبی وسائل کو ترقی دینے کے لئے ترغیب کا طریقہ استعمال فرمایا اور کسی کو پانی پلانے اور اس کی پیاس بجھانے کی فضیلت بیان فرمائی۔ ترغیب کا یہ انداز منفرد اور موثر ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

حدیث ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا

”ومن سقیٰ مسلما شربة من ماء حيث يوجد الماء فكانما اعتق رقبة ومن سقیٰ مسلمًا شربة من ماء حيث لا يوجد الماء فكانما احياها“

(1)

ترجمہ: جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پلانی پلایا جہاں پانی دستیاب ہو تو گویا اس نے گردن کو آزاد کیا اور جس نے مسلمان کو پانی پلایا جہاں پانی دستیاب نہ ہو تو گویا اس نے اسے زندہ کر دیا۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ:

”قال رسول الله ﷺ : سبعة يجرى للعبد اجرهن من بعد موته وهو فى قبره من علم علمًا اوكرى نهرًا اوحفر بئرًا اوغرس نخلاً اوبنىٰ مسجدًا اوورث مصحفًا اوترک ولدًا يستغفرله بعدموته“(2)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سات اعمال ایسے ہیں جن کا اجر بندے کے مرنے کے بعد جاری رہتا ہے۔اس نے علم سکھایا، نہر نکالی، کنواں کھودا، درخت لگایا، مسجد بنائی، وراثت میں قرآن چھوڑا یا لڑکا چھوڑا جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے استغفار کرتا رہا۔

اس حدیث میں لوگوں کے فائدے کے لئے نہر نکالنے یا کنواں کھودنے کی فضیلت کا بیان دراصل وسائل آب کی فراہمی کی فضیلت ہے۔اس میں نہر اور کنویں کے علاوہ دیگر ذرائع سے پانی حاصل کرنے اور افادہِ عام کی فضیلت بھی آ جاتی ہے۔ مثلاً کسی جگہ نلکا لگوانا، پمپ کے ذریعے پانی حاصل کرنا یا بڑے پیمانے پر جھیلوں اور دریاؤں سے نلوں کے ذریعے ضرورت کی جگہ پانی پہنچانا وغیرہ۔

حضرت انسؓ کی ایک اور حدیث:

” قال رسول الله ﷺ : ما من مسلم يغرس غرسًا اويزرع زرعًا فيأكل منه طير اوانسان اوبهيمة الاكان له به صدقة “ (3)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی مسلمان درخت لگائے یا کھیت لگائے پھر اس سے کوئی پرندہ انسان یا چوپایہ کھائے تو وہ (درخت یا کھیتی) اس کے لئے صدقہ بن جائیں گے۔

درخت لگانے یا کھیت تیار کرنے سے پہلے آب پاشی کا اہتمام بھی کرنا پڑتا ہے گویا وسائل آب مہیا کر کے اس کے فوائد خلق خدا تک پہنچانے کا شوق دلایا گیا ہے۔

حدیث ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ:

” عن النبى ﷺ قال : مثل ما بعثنى الله من الهدى والعلم كمثل الغيث الكثير اصاب ارضاً فكان منها نقية قبلت الماء ، فانبتت الكلأ والعشب الكثير وكانت منها اجادب امسكت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا

وسقو اوزرعوا (.....)   (4)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال کثیر بارش ہے جو اچھی زمین کو ملی ۔ جس نے پانی قبول کیا اور پودے اور جڑی بوٹیاں اگائیں ۔ زمین کے کچھ حصے پتھر یلے تھے جنہوں نے پانی محفوظ کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا ۔ چنانچہ لوگوں نے خود پیا اور دوسروں کو پلایا اور کھیتی باڑی کی (.....)۔

اس حدیث میں پانی کی حفاظت اور اس کے ذریعے لوگوں کو ممکنہ فوائد فراہم کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔

حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

'' من فطر صائما فاطعمه وسقاه كان له مثل اجره ''   (5)

ترجمہ: جس شخص نے روزہ دار کا روزہ افطار کروایا اور اسے کھانا اور پانی دیا اسے روزہ دار کے برابر اجر ملے گا۔

اس حدیث میں روزہ کے حوالے سے پانی مہیا کرنے اور روزہ دار کو پلانے میں وسائل آب کے حصول کی ترغیب بھی مستفاد ہوتی ہے۔

حدیث سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

'' من فطر صائمًا فی رمضان علی طعام وشراب من کسب حلال صلت علیه الملئکة فی ساعات شهر رمضان وصلی علیه جبریل لیلة القدر ''(6)

ترجمہ: جس شخص نے رمضان میں کھانے پینے کی حلال اشیاء کے ذریعے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا فرشتے رمضان کی گھڑیوں میں اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام لیلۃ القدر میں اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں طعام وشراب (کھانے پینے کی چیز) کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دوسرے کو وہی شخص کھلا پلا سکتا ہے جس کے پاس یہ چیزیں موجود ہوں۔

حدیث سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ:

" قلت : یا رسول اللہ ﷺ ! ان امی ماتت افا تصدق عنها ؟ قال : نعم

قلت : فای الصدقة افضل ؟ قال : سقی الماء ".(7)

ترجمہ: جس نے کہا یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ دے سکتا ہوں؟ فرمایا "ہاں" میں نے کہا، پھر کون سا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا "پانی پلانا"۔

نسائی میں اس مضمون کی تین حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔آخری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے لوگوں کو پانی پلانے کا مستقل انتظام کیا جو عرصہ تک جاری رہا۔راوی حدیث حسن بصری (م 110ھ) کہتے ہیں "فتلک سقایة سعد بالمدینة " (وہ رہی سعد کی سبیل مدینہ میں)۔(8)

حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه: ان رسول اللّٰه ﷺ قال: بينا رجل يمشی فاشتد عليه العطش فنزل بئرًا فشرب منها، ثمّ خرج فاذا هو بكلب يلهث ، ياكل الثّرى من العطش، فقال: لقد بلغ هٰذا مثل الّذی بلغ بی ، فملأ خفّه ثمّ امسكه بفيه، ثمّ رقی فسقی الكلب، فشكر اللّٰه له فغفر له، قالوا: يا رسول اللّٰه، وانّ لنا فی البهائم اجرا ؟ قال: فی كل كبد رطبةٍ اجر.(9)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ایک آدمی پیدل کہیں جا رہا تھا۔اس کو شدید پیاس لگی۔ایک کنویں میں اترا اور اپنی پیاس بجھائی۔کنویں سے باہر آیا تو اس نے ایک کتے کو دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے گیلی مٹی کھا رہا تھا۔اس آدمی نے کہا اس کتے پر بھی وہی گزر رہی ہے جو مجھ پر گزر چکی ہے۔وہ کنویں میں اترا، اپنا موزہ پانی سے بھرا، (موزے کا منہ باندھنے کی کوئی چیز دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے) موزے کو منہ سے پکڑا اور باہر آ کر کتے کو پلایا۔اللہ تعالیٰ نے اس کی (اس نیکی کی) قدر کی اور اس کو بخش دیا۔ لوگوں نے کہا "یارسول اللہ! کیا ہمارے لئے چوپایوں کے بارے میں بھی ثواب ہے؟" فرمایا "ہر تر جگر رکھنے والی چیز کے بارے میں اجر و ثواب ہے"۔

مندرجہ بالا حدیث کے تشریحی نکات:

حدیث مذکور میں 'فی کل کبد رطبة اجر ' کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی نے مندرجہ ذیل نکات

بیان کئے ہیں۔(10)

۱:۔ "ای الاجر ثابت فی ارواء کل کبد حیة"

ترجمہ: یعنی ہر زندہ جگر کو سیراب کرنے میں اجر ثابت ہے۔

۲:۔ "قال الداؤدی : المعنیٰ فی کل کبد حی اجروهو عام فی جمیع الحیوان"

ترجمہ: داؤدی نے کہا کہ اس کا معنیٰ ہے کہ ہر زندہ چیز کے جگر کے بارے میں اجر ہے۔اس میں سب زندہ چیزیں شامل ہیں۔

۳:۔ "وفیه الحث علی الاحسان الی الناس لانه اذا حصلت المغفرة بسبب سقی الکلب فسقی المسلم اعظم اجرًا واستدل به علی جواز صدقة التطوع للمشرکین"

ترجمہ: اس میں انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب ہے۔کیونکہ جب کتے کو پانی پلانے سے مغفرت مل گئی تو مسلمان کو تو پانی پلانا زیادہ باعث اجر ہے۔اسی سے غیر مسلموں کو صدقہ نفل دینے کے جواز پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

٤:۔ وکذا اذا دار الامربین البهیمة والآدمی المحترم واستو یافی الحاجة فالآدمی احق"

ترجمہ: اسی طرح جب معاملہ جانور اور قابل احترام انسان کے درمیان ہو اور وہ دونوں حاجت میں برابر ہوں تو آدمی کا حق زیادہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مذکورہ ارشادات اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ نے پینے کے صاف پانی کی کمی کے ماحول میں پانی کے وسائل میں اضافہ کرنے کی طرف بھرپور توجہ دلائی اور اس کام کو اللہ کی عبادت، مخلوق خدا کی خدمت اور اہم ذریعہ مغفرت قرار دیا۔

دوسرا اقدام: آبی وسائل کا حصول اور حفاظتی اقدامات:

مدینہ طیبہ میں پانی کا فوری ذریعہ کنویں کھودنا یا خود بخود پھوٹ بہنے والے چشموں کے پانی کی حفاظت ہی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بعض چشموں کا پانی روک کر انہیں کنوؤں کی شکل دینے، بعض کی تطہیر و تنظیف اور مختلف نجاسات سے بچانے کے لئے موثر انتظامات کئے یہاں تک کہ بعض کھاری چشموں کا پانی میٹھا کرنے کیلئے ان میں اپنے وضو یا کلی کا پانی ڈالنے کا اعجازی انتظام بھی فرمایا۔مختلف کنوؤں اور چشموں کے حوالے سے نبوی کاوشوں کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

بئر رومہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کے حکم پر بہت سے مسلمان بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ چکے تھے ان مہاجرین کی آبادکاری، ضروریات زندگی کی فراہمی اور خاص طور پر پانی کی کمی کے ماحول میں پینے کے پانی کی فراہمی نہایت ضروری تھی۔ مدینہ میں شیریں پانی کا ایک چشمہ تھا جسے 'رومہ' کہا جاتا تھا۔ اس چشمے کا مالک پانی کو مہنگے داموں فروخت کرتا تھا۔ مہاجرین کے پاس اتنی رقم نہیں تھی جس سے وہ خرید کر پانی حاصل کر سکتے۔ چنانچہ مہاجرین کی اس فوری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کنویں کو خریدنے کا ارادہ کیا گیا اس سلسلے میں آپ ﷺ کی کوششوں کی تفصیل درج ذیل روایت سے ملتی ہے۔

" لما قدم المهاجرون المدينة استنكرو الماء ، وكانت لرجل من بني غفار عين يقال له رومة، وكان يبيع منها القربة بمد ، فقال له رسول الله ﷺ 'بعنيها بعين في الجنة فقال ، يا رسول الله ليس لي وعيالي غيرها ولا استطيع ذلك فبلغ ذالك عثمان ، فاشتراها بخمسة و ثلثين الف درهم ، ثم اتى النبي ﷺ فقال ، اتجعل لي مثل الذي جعلت له عينا في الجنة ان اشتريتها ؟ قال : نعم ، قال : قد اشتريتها وجعلتها للمسلمين ".(11)

ترجمہ: جب مہاجرین مدینہ آئے تو انہیں وہاں کا پانی موافق نہیں آیا۔ بنی غفار کے ایک شخص کی ملکیت میں ایک چشمہ تھا جسے 'رومہ' کہا جاتا تھا۔ وہ ایک مد اناج وغیرہ کے بدلے میں پانی کی ایک مشک دیتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا ''یہ چشمہ جنت میں چشمے کے عوض مجھے بیچ دو'' اس نے کہا یا رسول اللہ! میرے اہل وعیال کا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے اس لئے میں یہ نہیں کر سکتا۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے پینتیس ہزار درہم میں اسے خرید لیا پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''اگر میں اس کو خرید لوں تو کیا میرے لئے بھی جنت کا چشمہ ہوگا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' حضرت عثمان نے کہا، میں نے اسے خرید لیا ہے اور سارے مسلمانوں کے لئے عام کر دیا ہے۔

بئر رومہ کے واحد شیریں پانی کا ذریعہ ہونے کے بارے میں حضرت عثمانؓ کے اس بیان سے رہنمائی ملتی ہے جو آپ نے اپنے دور خلافت کے آخری ایام میں باغیوں کے محاصرہ میں ارشاد فرمایا۔

" قال : انشد كم بالله والاسلام هل تعلمون ان رسول الله ﷺ قدم المدينة وليس بها ماء يستعذب غير بئر رومه فقال : من يشرى بئر رومة

يجعل دلوه مع دلاء السلمين بخير له منها فی الجنة ".(12)

ترجمہ: آپ نے فرمایا" میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بئر رومہ کے سوا شیریں پانی دستیاب نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا" کون ہے جو بئر رومہ خرید کر اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول سے ملاتا ہے اس کو جنت میں بہتر چشمہ دیا جائے گا"

اس چشمے کو جملہ مسلمانوں کے لئے وقف کرنے اور اس سلسلہ میں امیر وغریب اور مقیم اور مسافر میں تفریق نہ کرنے کا ذکر بھی ان الفاظ میں ملتا ہے جو آپ نے دوران محاصرہ خطاب میں فرمائے۔

" فجعلتها للفقير والغنى وابن السبيل فقال الناس : نعم ".(13)

ترجمہ: پھر میں نے اسے محتاج، غنی اور مسافر کے لئے وقف کر دیا تو لوگوں نے کہا" ہاں"

بئر رومہ کو مسلمانوں کے لئے وقف کرنے پر نبی کریمؐ خوش ہوئے اور آپ نے حضرت عثمانؓ کی حوصلہ افزائی کے لئے فرمایا:

" نعم الصدقة صدقة عثمان يريد رومة ".(14)

ترجمہ: بہترین صدقہ عثمان کا صدقہ ہے۔ آپ ﷺ کی مراد" رومہ" تھی۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ رومہ ابتداء میں چشمہ تھا جس میں توسیع کر کے اسے کنویں کی شکل دی گئی۔ بخاری میں حضرت عثمانؓ کے یہ الفاظ ملتے ہیں۔

"قال من حفر رومة فله الجنة فحفرتها ".(15)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو رومہ کھودے اس کے لئے جنت ہے تو میں نے اسے کھودا۔

ان الفاظ پر اعتراض کرتے ہوئے ابن بطال نے کہا کہ یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اسے کھودا نہیں تھا خریدا تھا جس پر حافظ ابن حجر عسقلانی نے جواب میں کہا۔

" وان كانت اولاً عيناً فلا مانع ان يحفر فيها عثمان بئرًا ولعل العين كانت تجرى الٰى بئر وسعها وطواها فنسب حفرها اليه " (16)

ترجمہ: اگر وہ پہلے چشمہ تھا تو کوئی بات مانع نہیں ہے کہ اس میں حضرت عثمانؓ نے کنواں کھدوایا ہو یا ہو سکتا ہے کہ وہ چشمہ کنویں کی طرف بہتا ہو جس کو وسیع اور ہموار کر دیا گیا ہو۔ اس طرح کنواں کھودنے کا عمل آپؓ سے منسوب ہو گیا۔

بخاری شریف کی روایت اوراس کی شرح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ترغیب پر حضرت عثمانؓ نے رومہ میں توسیع کر کے اسے چشمے سے کنویں میں تبدیل کر دیا۔اس طرح رومہ کنویں کے حوالے سے ''بئر رومہ'' مشہور ہو گیا۔

بئر بضاعۃ:

مدینہ طیبہ کے قدیم کنوؤں میں شہرت کے لحاظ سے دوسرا کنواں ہے۔اس کنویں کے پانی کی کیفیت اس روایت سے معلوم ہوتی ہے جسے مسند احمد اور سنن اربعہ میں بیان کیا گیا ہے۔ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں۔

'' عن ابی سعید الخدری قال: سمعت رسول اللہ ﷺ وھو یقال لہ انہ یستسقیٰ لک من بئر بضاعۃ وھی بئر یلقی فیھا لحوم الکلاب والمحائض وعذر الناس فقال رسول اللہ ﷺ ان الماء طھورٌ لا ینجسہ شیءٌ''.(17)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جب آپ کو یہ کہا گیا'' آپ کے استعمال کے لئے پانی بئر بضاعۃ سے لایا جاتا ہے حالانکہ اس میں کتوں کا گوشت، حائضہ عورتوں کے کپڑے اور لوگوں کا بول و براز ڈالا جاتا ہے۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' بے شک پانی پاک ہوتا ہے جسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی''۔

اس حدیث کو سنن اربعہ میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (18)

اس روایت سے یہ الجھن پیدا ہوتی ہے کہ اس طرح کے گندے پانی سے آپ کیوں کر وضو فرماتے ہوں گے یا اسے پینے کے لئے استعمال کرتے ہوں گے؟اس الجھن کا ایک حل یوں پیش کیا گیا ہے۔

'' لیس المراد ان ھذہ الاشیاء کانت تلقیٰ فی البئر عمدًا من اھل المدینۃ فانھم کانوا فی حاجۃ الی الماء لقلتہ ولا سیما العذب منہ کھذہ البئر ، وانما المراد ان البئر کانت فی منحدر من الارض ، فکانت السیول والامطار تحمل الیھا تلک الاشیاء ولکن لسعتھا وعمقھا کانت لا تؤ ثر فیھا ''(19)

ترجمہ: اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اہل مدینہ یہ اشیاء کنویں میں جان بوجھ کر ڈالتے تھے جبکہ پانی کی قلت کی وجہ سے ایسے کنوؤں کے محتاج تھے۔اصل بات یہ ہے کہ یہ کنواں نشیبی زمین میں واقع تھا اور سیلاب اور

بارشیں ان چیزوں کو اس میں ڈال دیتی تھیں لیکن کنویں کی وسعت اور گہرائی کی وجہ سے اس کو متاثر نہ کرتی تھیں۔

چونکہ اس کنویں سے اہل مدینہ کی ضرورت وابستہ تھی اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں کی صفائی اور اس کے پانی کو میٹھا کرنے کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا۔ یہاں تک کہ ماہیت اشیاء تبدیل کرنے کی جو اعجازی قوت آپ کو عطا کی گئی تھی اس کو بھی آپ ﷺ کام میں لائے۔ مثلاً؛

''عن سهل بن سعد ان النبی ﷺ برک علی بضاعة وفی روایة بلفظ " دعا بئر بضاعة " (20)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے بئر بضاعۃ کے لئے برکت کی دعا کی۔

" ان النبی ﷺ اتی بئر بضاعة فتوضأ من الدلو وردها الی البئر وبصق فیها وشرب من ماء ها" (21)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ بئر بضاعۃ پر تشریف لائے۔ ڈول سے پانی لے کر وضو فرمایا اور بچا ہوا پانی واپس کنویں میں ڈال دیا۔ کنویں میں لعاب دہن ڈالا اور پھر اس کا پانی پیا۔

کنویں کی صفائی، دیکھ بھال اور آلودگی سے بچانے کے لئے حضرت ابو اسید ساعدی کو منتظم مقرر کیا گیا۔ انہیں بلا معاوضہ اعزازی خدمات کے عوض اجازت دی گئی کہ وہ کنویں سے ملحقہ زمین پر باغ لگالیں۔ باغ اور کنویں کی حفاظت کے لئے چار دیواری کی تعمیر کرلیں اور کنویں کے پانی سے باغ کو سیراب کرتے رہیں۔ احادیث سے اس انتظام کی یکجا صراحت نہیں ملتی لیکن اشارات وقرائن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ قرائن درج ذیل ہیں۔

۱:۔ اس کنویں کا باقاعدہ اور موروثی مالک کوئی نہیں تھا اگر ہوتا تو وہ اہل شہر کو اس میں گندگی ڈالنے کی اجازت نہ دیتا۔

۲:۔ مالک پانی کی قلت کے ماحول میں اپنے کنویں کو آلودگیوں سے بچا کر بئر رومہ کے مالک کی طرح پانی کی فروخت سے معقول معاوضہ حاصل کرسکتا تھا۔

۳:۔ بئر رومہ کے مالک کا نام باختلاف روایات کتابوں میں دستیاب ہے لیکن سیر الصحابہ کے موضوع پر لکھی گئی کسی کتاب مثلاً اسد الغابہ، الاصابہ، الاستیعاب وغیرہ میں حضرت ابو اسید ساعدی کے تذکرے میں ان کا بئر بضاعۃ کا مالک ہونا بیان نہیں کیا گیا۔

۴:۔ اس کنویں سے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے استفادے (پینے اور طہارت کے لئے) کی مثالیں کتب و احادیث میں ملتی ہیں لیکن پانی کی فروخت، معاوضے یا کنویں کی خرید و فروخت کا کوئی معاملہ احادیث وتواریخ میں

نہیں ملتا۔

۵:۔ ایک روایت سے باغ لگانے، چار دیواری بنانے بلکہ ضرورت کے مطابق کمرہ تعمیر کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔

" فلما قطع ابو اسید تمر حائطه جعله فی غرفة " (22)

ترجمہ: جب ابواسید نے اپنے باغ کی کھجوریں اتاریں تو انہیں ایک کمرے میں رکھ دیا۔

حدیث کے اس ٹکڑے میں تمر (کھجور)، حائط (چار دیواری) غرفۃ (کمرہ) کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابواسید نے باغ، چار دیواری اور کمرہ بھی بنایا ہوا تھا۔

بئر بضاعۃ کی حفاظت کے لئے منتظم کا تقرر عرصہ دراز تک جاری رہا جس کا پتہ سنن ابی داؤد کی اس روایت سے چلتا ہے۔

" سمعت قتيبة بن سعيد يقول : سألت قيم بئر بضاعة عن عمقها " (23)

ترجمہ: میں نے قتیبہ بن سعید کو کہتے سنا میں نے بئر بضاعۃ کے منتظم سے اس کی گہرائی کے بارے میں پوچھا۔

امام ابوداؤد (م 275ھ) بئر بضاعۃ کے بارے میں اپنی تحقیق کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

" قال ابو دائود : وقدرت انا بئر بضاعة بردائی ..... وسألت الذی فتح لی باب البستان فادخلنی الیه" (24)

ترجمہ: میں نے اپنی چادر سے بئر بضاعۃ کی پیائش کی (.....) اور میں نے اس شخص سے پوچھا جس نے میرے لئے باغ کا دروازہ کھولا تھا اور مجھے اس میں داخل کیا تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بئر بضاعۃ کا عہد رسالت میں شروع ہونے والا انتظام تیسری صدی ہجری تک جاری تھا۔

ابن النجار (م 643ھ) نے اپنے زمانے میں اس کنویں کی حالت یوں بیان کی ہے۔

" وهذا البئر الیوم فی بستان وماء ها عذب طیب ولو نه صاف ابیض وریحه کذلک ویستقیٰ منها کثیراً وذر عها: فکان طولها احد عشر ذراعاً وشبراً منها: ذراعان راجحة ماء ، والباقی بناء وعرضها ستة اذرع کما ذکر ابو داؤد فی السنن" (25)

ترجمہ: آج یہ کنواں ایک باغ میں ہے جس کا پانی شیریں، پاکیزہ، بے رنگ، شفاف اور بے بو ہے۔ اس سے بہت پانی حاصل کیا جاتا ہے اس کی لمبائی 11 ذراع اور ایک بالشت ہے جس میں سے 2 ذراع پانی کے بہاؤ کے

لئے اور باقی عمارت ہے اس کا عرض 6 ذراع (9 فٹ) ہے۔ سنن ابی داؤد میں بھی اس کی یہی پیائش بیان کی گئی ہے۔

بئر حاء:

یہ کنواں ایک باغ میں تھا جس کے مالک حضرت ابوطلحہؓ انصاری تھے۔ انہیں یہ باغ اور کنواں بہت عزیز تھا جب آیت کریمہ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْن ﴾(26) نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"یا رسول اللّٰہ ! ان اللّٰہ عزو جل یقول ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْن﴾ وان احب اموالی الی بئر حاء وانھا صدقة للّٰہ ارجو برھا وذخرھا عند اللّٰہ فضعھا یا رسول اللّٰہ حیث اراک اللّٰہ" فقال رسول ﷺ (بخ ذلک مال رابح ! ذلک مال رابح ! وقد سمعت ماقلت وانی اریٰ ان تجعلھا فی الاقربین) فقال ابو طلحة " افعل یا رسول اللّٰہ" فقسمھا ابو طلحة فی اقاربہٖ وبنی عمہٖ " (27)

ترجمہ: ''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو۔ میرا محبوب ترین مال بئر حاء ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرتا ہوں اور اللہ کے ہاں اس کی نیکی اور ذخیرہ اعمال ہونے کا امیدوار ہوں۔ آپ ﷺ اللہ کے حکم سے جہاں مناسب سمجھیں خرچ کر دیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (بہت خوب! نفع دینے والا مال! بہت خوب! نفع دینے والا مال! میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیدیں) ابوطلحہ نے کہا ''یارسول اللہ! ایسا ہی کروں گا'' پھر حضرت طلحہ نے اپنے رشتہ داروں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔

حضرت ابوطلحہؓ کے کنویں کی اس تقسیم نے بہت سے خاندانوں کے لئے پانی کا مسئلہ حل کر دیا۔

بئر غرس:

یہ کنواں مدینہ منورہ کی نواحی بستی قباء میں واقع تھا اس کا پانی شیریں اور پاکیزہ تھا لیکن اس میں پانی کی آمد کم تھی۔ اس کنویں کی اہمیت کے بارے میں بہت سی روایات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(1) ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(انی رأیت اللیلة انی اصبحت علی بئر من الجنة ، فاصبح علی بئر غرس

فتوضأ منه وبزق فيها واهدى له عسل فصبه فيها) (28)

ترجمہ: میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے کنویں پر ہوں۔ صبح آپ بئر غرس پر تشریف لائے۔ اس کے پانی سے وضو کیا اس میں کلی کا پانی ڈالا پھر آپ کی خدمت میں شہد کا تحفہ پیش کیا گیا تو اس کا کچھ حصہ اس کنویں میں بھی ڈالا۔

(2) ابن زبالہ سعید بن عبدالرحمٰن بن رقیش سے روایت کرتے ہیں۔

" جاء نا انس بن مالک بقباء فقال : ابن بئر كم هذه ؟ يعني بئر غرس، فد للناه عليها، قال : رايت النبیﷺ جاء ها وانها لتسنى على حمار بسحر فدعا النبى بدلو من مائها، فتوضا منه ثم سكبه فيها، فما نزفت بعد" (29)

ترجمہ: انس بن مالک قبا آئے اور لوگوں سے کہا ''تمہارا بئر غرس کہاں ہے؟'' ہم نے ان کی رہنمائی کی۔ انہوں نے کہا ''میں نے نبی کریمﷺ کو دیکھا کہ آپ اس کنویں پر آئے۔ اس کے پانی کا ایک ڈول منگوایا، وضو کیا پھر باقی پانی کنویں میں ڈال دیا۔ پہلے اس کنویں کا پانی اتنا کم ہوتا تھا کہ رات بھر کا جمع شدہ پانی گدھے پر لاد لیا جاتا تھا لیکن رسول اللہﷺ کے اس عمل کے بعد اس کنویں کے پانی میں کبھی کمی نہ آئی۔

(3) نبی کریمﷺ نے وفات سے پہلے حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی

''اذا انا مت فاغسلونى بسبع قرب من بئرى بئر غرس" وكانت بقباء وكان يشرب منها . (30)

ترجمہ: جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے میرے کنویں 'بئر غرس' کے پانی کی سات مشکوں کے ذریعے غسل دینا۔ آپ زندگی میں بھی اس کا پانی پیا کرتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمﷺ نے اس کنویں کے پانی میں اضافے اور اس کی لذت و تاثیر میں اضافے کے لئے اپنی اعجازی صلاحیت بھی کام میں لانے سے دریغ نہیں فرمایا۔ پھر اسے اپنی طرف منسوب کر کے لوگوں کو اس سے استفادہ کی طرف توجہ دلائی۔

بئر السقیا:

اس کو 'بیوت السقیا' بھی کہا جاتا ہے۔ مدینہ طیبہ سے بدر جاتے ہوئے راستے میں ایک جگہ 'الفلجان' نامی ہے یہاں موجود کنویں کو 'بئر السقیا' کہا جاتا تھا۔ اس کا پانی بہت شیریں اور خوش گوار تھا۔ اس کے بارے میں روایات

کی تفصیل اس طرح ہے۔

(1) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

" ان النبیﷺ کان یستعذب له الماء من بیوت السقیا قال قتیبه: هی عین بینها وبین المدینة یومان" (31)

ترجمہ: نبی کریمﷺ کے لئے بیوت السقیا سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔قتیبہ کہتے ہیں کہ اس چشمے اور مدینہ کا درمیانی فاصلہ دو دن کی مسافت ہے۔

" کان ابو ایوب حین نزل عنده النبیﷺ یستعذب له الماء من بئر مالک بن النضر والد انس، ثم کان انس وهند وحارثة ابناء اسماء یحملون الماء الی بیوت نسائه من بیوت السقیا، وکان رباح الاسود عنده و یستقی له من بئر غرس مرة ومن بیوت السقیا مرة"(32)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری نبی کریمﷺ کے لئے اپنے ہاں قیام کے دوران مالک بن نضر کے چشمے سے میٹھا پانی لایا کرتے تھے۔ بعدازاں اسماء کے بیٹے انس، ہند اور حارثہ آپ کی ازواج کے لئے بیوت السقیا سے پانی لایا کرتے تھے۔رباح الاسود نبی کریمﷺ کے لئے ایک دفعہ بئر غرس سے اور ایک دفعہ بیوت السقیا سے پانی لاتے تھے۔

(3) ابن شبہ النمیری (33) نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے

" قال ابی : یا بنی انا اعترضنا ههنا بالسقیا، حین قاتلنا الیهود بحسیکة، فظفرنا بهم، ونحن نرجو ان نظفر، ثم عرضنا النبیﷺ بها متوجها الی بدر، فان سلمت ورجعت ابتعتها وان قتلت فلا تفوتنک، قال: فخرجت ابتاعها، فوجدتها لذکوان بن عبد قیس، ووجدت سعد بن ابی وقاص قد ابتاعها وسبق الیها، وکان اسم الارض الفلجان، واسم البئر السقیا"(34)

ترجمہ: میرے والد نے مجھ سے کہا" اے بیٹے حسیکہ کی جنگ میں اس جگہ ہمارا اور یہودیوں کا مقابلہ ہوا تھا اور ہم نے فتح پائی تھی مجھے امید ہے کہ اب بھی ہم جیتیں گے۔ہمیں نبیﷺ نے بدر پہنچنے کا حکم دیا ہے اگر میں زندہ واپس آ گیا تو اس کنویں کو خرید لوں گا اور اگر میں قتل ہو گیا تو اس کو تو خرید لینا اور ہرگز اسے ہاتھ سے نہ جانے دینا۔حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں اس کنویں کو خریدنے کے ارادے سے نکلا لیکن سعد بن ابی وقاص اسے خرید چکے تھے۔زمین کا نام فلجان اور کنویں کا نام سقیا ہے۔

بئر السقیاء کے مذکورہ حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کنویں کا پانی استعمال کر کے لوگوں کو صاف اور میٹھے پانی کی ضرورت واہمیت سے آگاہ کیا خواہ اس کے لئے دو دن کی مسافت طے کرنا پڑے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جابر بن عبداللہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی کنویں کو خریدنے میں مسابقت اسی نبوی تحریک و تشویق کا ثمر تھی جس نے مسلمانوں میں آبی وسائل کے حصول کے شوق فراواں پیدا کر دیا تھا۔

تیسرا اقدام: پانی کا محتاط اور ضروری استعمال

آبی وسائل میں اضافے کے ساتھ ساتھ یہ اہتمام بھی کیا گیا کہ پانی کا غیر ضروری استعمال نہ کیا جائے اور صرف ضرورت کے وقت کم از کم اور محتاط استعمال کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے غسل کے لئے ایک صاع (تقریباً 4.4 کلوگرام) اور وضو کے لئے ایک مد (تقریباً 1.1 کلوگرام) پانی کافی قرار دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

" یجزئ من الغسل الصاع ومن الوضوء المد ". (35)

ترجمہ: غسل کے لئے ایک صاع اور وضو کے لئے ایک مد کافی ہے۔

آپ ﷺ کا اپنا عمل بھی یہی تھا۔

" کان رسول الله ﷺ یغتسل بالصاع ویتطھر بالمد ".(36)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ایک صاع سے غسل اور ایک مد سے وضو کر لیتے تھے۔

بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مد سے بھی کم (دو تہائی مد) پانی کے ساتھ وضو فرمایا۔

" ان النبی ﷺ توضأ باناء فیه ماء قدر ثلثی المد ".(37)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ایسے برتن سے وضو فرمایا جس میں مد کا دو تہائی پانی تھا۔

رسول اللہ ﷺ وضو کے لئے ایک مد سے زیادہ پانی استعمال کرنے کو 'اسراف' قرار دیتے تھے۔

ان رسول اللّٰه ﷺ مر بسعد وھو یتوضأ فقال "ماھٰذا السرف؟ "فقال۔ أفی الوضوء اسراف؟" قال "نعم! وان کنت علی نھر جارٍ".

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ حضرت سعد کے پاس سے گزرے جو وضو کر رہے تھے۔ فرمایا "یہ اسراف کیا ہے؟ "انہوں نے کہا" کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟" فرمایا "ہاں! خواہ تو بہتی نہر کے کنارے پر ہو۔" (38)

رأی رسول اللّٰه ﷺ رجلاً یتوضأ فقال "لاتسرف!لاتسرف!

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو وضو کرتے دیکھا تو فرمایا "اسراف نہ کر، اسراف نہ کر۔" ۔(39)

جاء اعرابی الی النبی ﷺ فسأله عن الوضوء فاراه ثلاثا ثلاثاً ثم قال "هذا الوضوء فمن زاد علی هٰذا فقد اساء وتعدی وظلم".

''ایک اعرابی نے رسول ﷺ سے وضو کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ہر عضو کو تین تین دفعہ دھونے کی تعلیم دی اور فرمایا'' یہ وضو ہے جس نے اس سے زیادہ پانی استعمال کیا اس نے برا کیا، حد سے تجاوز کیا اور ظلم کیا''(40)

انہی احادیث کی بناء پر وضو یا غسل میں زیادہ پانی استعمال کرنے کو فقہاء نے مکروہ بلکہ حرام کہا ہے۔

والحدیث یدل علیٰ کراهة الاسراف فی الماء للغسل والوضوء واستحباب الاقتصاد. قد اجمع العلماء علی النهی عن الاسراف فی الماء ولو کان علی شاطئ النهر، قال بعض اصحاب الشافعی انه حرام وقال بعضهم انه مکروه کراهة تنزیه.(41)

''یہ حدیث غسل اور وضو کے لئے پانی میں اسراف کی کراہت اور میانہ روی کے استحباب کی دلیل ہے۔ علماء کا پانی میں اسراف کی ممانعت پر اجماع ہے خواہ کوئی نہر کے کنارے پر ہو۔ بعض اصحاب شافعیؒ نے اسے حرام کہا ہے اور بعض نے مکروہ تنزیہی''

نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ جب وضو و غسل میں پانی کے اسراف کو پسند نہیں کیا گیا جو بہر حال محدود، انفرادی اور اسراف صغیر ہے تو اجتماعی سطح پر ضیاع کبیر (نہروں اور دریاؤں کا پانی ضائع کر دینا) کسی قدر ناپسندیدہ فعل ہوگا۔

چوتھا اقدام: مواخاۃ: ایک کثیر المقاصد اقدام جس میں ایک مقصد آبی وسائل میں اضافہ بھی تھا:

ہجرت کے بعد سب سے اہم اور فوری حل کا متقاضی مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری اور ان کی ضروریات کی فراہمی تھی۔ ایک چھوٹی سی بستی میں تقریباً دو سو خاندانوں کو آباد کرنا آسان کام نہیں تھا۔ بعض مہاجرین کے بدن پر کپڑوں کے سوا کوئی چیز نہیں تھی۔ موجودہ دور میں عالمی وسائل جمع کر کے بھی مہاجرین کے مسائل حل نہیں ہوئے۔ اس مشکل صورت حال کا جو حل نبی کریم ﷺ نے نکالا ڈاکٹر حمید اللہ کی زبانی سنئے۔(42)

''آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے ان لوگوں کو بلایا جو نسبتاً خوش حال تھے اور ساتھ ہی مکی مہاجرین کے ان نمائندوں کو بھی بلایا جو اپنے اپنے خاندانوں کے سربراہ تھے۔ جب دونوں جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے مہاجرین کی سفارش کرتے ہوئے انصار سے خطاب فرمایا کہ'' یہ تمہارے بھائی ہیں، تمہارے ہی دین والے ہیں اور اس دین ہی

کی خاطر اپنے وطن، اپنے ملک اور اپنی ہر چیز کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں اس لئے تمہارا فریضہ ہے کہ ان کی مدد کرو۔ آپ ﷺ نے تجویز کی کہ انصار میں سے ہر خاندان مکہ والوں کے ایک خاندان کو اپنے خاندان میں شامل کر لے۔ مواخاۃ یا بھائی چارہ کا مفہوم یہ نہیں تھا کہ یہ کوئی طفیلی (Parasite) کے طور پر مفت خوری کرنے والے مہمانوں کی طرح رہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب بجائے چھوٹے خاندان کے بڑا خاندان ہوگا بجائے دو آدمیوں کے چار آدمیوں کا خاندان ہوگا اور دونوں خاندان کام کریں گے۔ جب کام زیادہ کیا جائے گا تو آمدنی زیادہ ہوگی، آمدنی زیادہ ہوگی تو دونوں کی گزر بسر کا انتظام باآسانی ہو سکے گا۔ کوئی شخص کسی خاندان پر بار نہیں بنے گا اس لئے سب ہی نے یہ تجویز بخوشی قبول کر لی۔ مواخاۃ کے اس اصول کا نتیجہ یہ نکلا کہ کئی سو خاندان ایک دن میں گزر بسر کے انتظامات حاصل کرنے کے قابل ہو گئے اور پھر اس کے بعد کبھی یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوا کہ کون خوشحال ہے اور کون بے روزگار ہے، کون پناہ دہندہ ہے اور کون باہر سے آیا ہوا مہاجر ہے۔''

مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاۃ کے مقاصد کے بارے میں چند اہم حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

۱:۔ لیذهب عنهم وحشة الغربة ولیؤنسهم من مفارقة الاهل والعشیرة ویشد ازربعضهم ببعض ''.(43)

ترجمہ: تا کہ ان کا غریب الوطنی کا احساس ختم ہو اور اہل و عیال اور قرابت والوں کی جدائی میں ان کی دل جوئی ہو سکے اور وہ ایک دوسرے سے تقویت حاصل کریں۔

۲:۔ ان تذوب عصبیات الجاهلیة فلاحمیة الاللاسلام وان تسقط فوارق النسب واللون والوطن فلا یتقدم اویتأخر الابمروئته وتقواه (.....) وکانت عواطف الا یثار والمواساة والمؤانسة تمتزج فی هذه الاخوة وتملأ المجتمع الجدید باروع الامثال''(44)

ترجمہ: تا کہ جاہلی تعصّبات ختم ہو جائیں اور صرف حمیت اسلام باقی رہے دوسرا مقصد یہ تھا کہ نسب، رنگ اور وطن کے تفرقات مٹ جائیں اور کوئی شخص شرافت اور تقویٰ کے بغیر معزز نہ ہو (.....) ایثار، دل جوئی اور محبت کے میلانات اس اخوت میں رچ بس جائیں اور جدید معاشرہ عمدہ (اخلاقی) مثالوں سے معمور ہو جائے۔

احادیث طیبہ میں اگر تفحص کیا جائے تو مواخاۃ کے کچھ اور فوائد و مقاصد بھی معلوم ہوتے ہیں مثلاً باہمی تعاون، زراعت و تجارت کی امتزاج، کارکردگی میں اضافہ، فتنوں کا سدباب اور پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے حفر الآبار (کنویں کھودنا) وغیرہ۔ ان فوائد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باہمی تعاون:

ایک دوسرے کا بھائی بن جانے کے بعد کسی امتیاز کے بغیر برابری کی سطح پر تعاون کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ مہاجرین زراعت کا تجربہ نہ رکھتے تھے لیکن انہوں نے انصار کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا جس سے انہیں زراعت کا تجربہ بھی حاصل ہو گیا۔ اس بات پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

" قالت الانصار للنبی ﷺ " اقسم بيننا وبين اخواننا النخيل قال "لا" فقالوا " فتكفونا المؤونة ونشرككم فی الثمرة " قالوا " سمعنا واطعنا ".(45)

ترجمہ: انصار نے نبی کریم ﷺ سے کہا" ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان نخلستان تقسیم فرما دیں، آپ ﷺ نے فرمایا" نہیں" اس پر انصار نے مہاجرین سے کہا" تو پھر آپ محنت میں ساتھ دیں ہم آپ کو پھل میں شریک کریں گے" مہاجرین نے کہا" ہم نے بات سنی اور مان لی"۔

بیان کردہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین نے محنت میں شرکت کی اور انصار کے ساتھ مل کر باغبانی اور کھیتی باڑی کا کام کرتے رہے۔

اسی طرح غزوہ بنی نضیر کے بعد جب ان کے اموال نبی کریم ﷺ کی سرپرستی میں آئے تو آپ ﷺ نے انصار کی خوش دلانہ اجازت کے بعد تمام اموال مہاجرین اور دو ضرورت مند انصاریوں میں تقسیم فرمائے۔ ظاہر ہے کہ نخلستان اور مزروعہ زمینیں ملنے کے بعد انہیں مہاجرین نے ہی آباد کرنا تھا۔

" فكان نخل بنی النضير لرسول الله ﷺ خاصة اعطاه الله اياها وخصه بها (....) فاعطی النبی ﷺ اكثرها للمهاجرين وقسمها بينهم وقسم منها لرجلين من انصار كانا ذوی حاجة لم يقسم لاحد من الانصار غيرهما ".(46)

ترجمہ: بنو نضیر کے نخلستان رسول اللہ ﷺ کی ملکیت خاصہ میں آ گئے۔ پس نبی ﷺ نے ان کا بیشتر حصہ مہاجرین میں تقسیم فرما دیا صرف دو ضرورت مند انصاری صحابہ کو کچھ حصہ دیا گیا۔

مہاجرین کے زراعت کا پیشہ اختیار کرنے کے بارے میں ایک اور حدیث سے بھی اشارہ ملتا ہے۔

ان النبی ﷺ كان يوماً يحدث وعندهٗ رجل من اهل البادية ان رجلاً من اهل الجنة استأذن ربهٗ فی الزرع فقال لهٗ " الست فيما شئت" قال بلیٰ ولكن احب ان ازرع قال "فبذر فبادر الطرف نباته واستواءهٗ واستحصادهٗ فكان امثال الجبال فيقول اللّٰه تعالیٰ "دونک يا ابن

آدم فانهٔ لایشبعک شی ءٌ " فقال الاعرابی " واللّٰہ لاتجدهٔ الا قرشیا او انصاریاً فانهم اصحاب زرع واما نحن فلسنا باصحاب زرع فضحک النبیﷺ.

''نبی کریمﷺ نے فرمایا''ایک آدمی جنت میں اپنے رب سے کاشتکاری کی اجازت مانگے گا۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ یہ کام تو کر چکا ہے'' وہ کہے گا'' ہاں! لیکن مجھے کاشتکاری کا شوق ہے'' چنانچہ وہ بیج ڈالے گا۔ پلک جھپکنے میں کھیتی پک کر تیار ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے''اے ابن آدم! تو کسی چیز سے سیر نہیں ہوسکتا''ایک اعرابی مجلس میں موجود تھا کہنے لگا، واللہ! آپ اس آدمی کو قریشی یا انصاری پائیں گے کہ وہی کھیتی باڑی والے ہیں ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) مسکرا پڑے۔(47)

امورِ زراعت میں بیج ڈالنے، ہل چلانے، فصل کاٹنے وغیرہ سے بھی زیادہ اہم آب پاشی ہے۔آب پاشی کے لئے ذرائع آب کا حصول اور تخلیق و تنظیم ضروری امر ہے۔

زراعت وتجارت کا امتزاج:

''انصار باغبانی اور کاشتکاری کا کام کرتے تھے لیکن تجارتی تجربہ نہ رکھنے کی وجہ سے اپنی پیداوار مناسب طریقے سے فروخت نہ کر سکتے تھے۔اس لئے ان کی زرعی پیداوار اونے پونے فروخت ہو جاتی تھی۔علاوہ ازیں یہود مدینہ نے سودی کاروبار کی وجہ سے بہت دولت جمع کر لی تھی وہ ضرورت مندوں کو بلند شرح سود پر قرضے دیتے تھے اور فصلوں کی کٹائی کے وقت پیداوار کا بیشتر حصہ قرضوں میں وصول کر لیتے تھے۔اگر اتفاقی طور پر کبھی پیداوار میں کمی واقع ہو جاتی تو قرض ادا نہیں ہوتا تھا۔اس طرح قرضوں کا حجم بڑھ جانے اور سود در سود کی وجہ سے قرضوں کی ادائیگی ناممکن ہوگئی تھی۔اوس وخزرج کے قبائل سال ہا سال سے یہودیوں کے مقروض چلے آتے تھے اور اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

''مہاجرین اور انصار کی مواخاۃ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مہاجر کا تجارتی تجربہ اپنے انصاری بھائی کے کام آیا۔ انصار کی پیداوار تجارتی مہارت وبصیرت سے فروخت ہونے لگی اس طرح چند سالوں میں انصار یہودیوں کے سودی شکنجے سے آزاد ہو گئے۔4ھ میں غزوہ بنی نضیر کے نتیجے میں جب بنو نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا تو یہودیوں نے عذر پیش کیا کہ ہمارے قرضے لوگوں کے ذمہ ہیں تحقیق پر یہ محض عذر نکلا کیونکہ مسلمانوں میں سے صرف ایک آدمی اسید بن حضیر کے ذمہ ایک سو بیس دینار کا قرضہ نکلا اور مدت ادائیگی میں ایک سال باقی تھا۔اسی دینار کی فوری ادائیگی پر اس معاملے کو طے کر دیا گیا''۔(48)

اس تفصیل یہ بات سامنے آتی ہے کہ مواخاۃ صرف مہاجرین کی آبادکاری اوران کے یک طرفہ فائدے پرمبنی نہ تھی بلکہ انصارکوبھی برابرکافائدہ حاصل ہوا۔

کارکردگی میں اضافہ:

مواخاۃ کے نتیجے میں مسلمانوں کی کارکردگی میں حیرت انگیز اضافہ ہوا کیونکہ جوکام ایک خاندان کرتا تھا وہ دوخاندان کرنے لگے۔ پھرایک دوسرے کی دیکھا دیکھی بھی دونوں خاندان محنت کرتے تھے کیونکہ مہاجرین کوکام کئے بغیرکھانا پینا معیوب نظرآتا تھا۔ طبعی غیرت وحمیت کی وجہ سے وہ زیادہ محنت کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف ایثار پیشہ انصار تھے ممکن نہ تھا کہ اپنے بھائیوں کوکام کرتے دیکھ کربیٹھے رہیں۔ اس طرح ایک دوسرے سے بڑھ کرمحنت کرنے کی وجہ سے مجموعی طورپران کی کارکردگی بہت بہترہوگئی جس کانتیجہ ہرسطح پرتیز رفتارمعاشی ترقی کی صورت میں نکلا۔

فتنوں کاسدباب:

وسطی عرب میں صدیوں سے کوئی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی اورفکروعمل کی آزادی اہل عرب کے خمیر میں رچ بس چکی تھی۔ حتیٰ کہ وہ جرائم (قتل، ڈکیتی، چوری، اغواء، آبروریزی وغیرہ) کی مزاحمت بھی برداشت نہ کرسکتے تھے۔ مدینہ طیبہ میں باقاعدہ حکومت کے ابتدائی آثار سے وہ تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے اوراس حکومت کی راہ میں ہر امکانی رکاوٹ سے دلی وابستگی رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں کفار مکہ ایک مستقل حریف تھے جومسلمانوں کوصفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ یہود مدینہ بھی اپنے مفادات کوخطرہ میں دیکھ کرمسلمانوں کے دشمن ہوگئے تھے۔ مدینہ طیبہ میں بادشاہی کاخواب دیکھنے والے کعب بن اشرف، عبداللہ بن ابی وغیرھما اپنے خواب ٹوٹ جانے پرنبی کریم ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ اوس وخزرج کولڑا کراپنے مفادات حاصل کرنے والے یہود کس طرح مسلمانوں کا اتحاد برداشت کر سکتے تھے۔ اس صورت حال میں مسلمان بہت سے داخلی اورخارجی فتنوں کے نشانہ پرتھے۔ مواخاۃ کا ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ خفیہ طورپرکسی مسلمان کوبہکانے کے امکانات تقریباً ختم ہوگئے۔ خفیہ سازشوں کے محلات تعمیر کرنے کے لئے زمین ہی نہ رہی۔

حفرالآبار(کنویں کھودنا):

مواخاۃ کے موقع پرانصار کی طرف سے تجویز پیش کی گئی کہ ہماری آدھی زمینیں مہاجرین کودے دی جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس تجویز کومنظورنہیں فرمایا۔ پھرتجویز پیش کی گئی کہ مہاجرین وانصار مشترکہ طورپرکھیتی باڑی

کریں تو آپ ﷺ نے یہ تجویز منظور فرمالی۔ پھر ایک مہاجر خاندان اور ایک انصار خاندان کو ملا کر ایک یونٹ بنایا گیا جسے ''شاملہ'' کہا جاتا تھا۔ ہر شاملہ کو پابند کیا گیا کہ جہاں پانی کا انتظام نہیں ہے وہاں اپنی مدد آپ کے تحت کنواں کھودا جائے۔ چنانچہ دونوں کنبوں نے مل کر کنویں کھودنے کا کام انجام دیا جہاں پہلے کوئی کنواں موجود تھا اس کو وسیع اور گہرا کیا گیا۔ جہاں کوئی چشمہ تھا اس کے گرد دیوار بنا کر بہتے پانی کو روک کر کنوؤں کی شکل دی گئی تاکہ چشموں کا پانی بہہ کر ضائع ہونے کی بجائے جمع ہوتا رہے جس کو بوقت ضرورت کام میں لایا جائے۔ ملخص (49)

اس اقدام کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ طیبہ کے کنوؤں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوگیا اور پانی کی کوئی کمی نہ رہی۔
مدینہ طیبہ کے کنوؤں میں سے بئر اریس، بئر الاعواف، بئر انا، بئر انس، بئر اھاب، بئر البصۃ، بئر بضاعۃ، بئر جاسوم، بئر جمل، بئر حاء، بئر حلوۃ، بئر ذرع، بئر رومہ، بئر السقیاء، بئر العقبہ، بئر ابی عنبۃ، بئر العھن، بئر غرس، بئر القراصہ، بئر القریعۃ اور بئر الیسرۃ کے نام تاریخ میں ثبت ہو چکے ہیں حالانکہ ایک وقت وہ تھا کہ صرف ایک کنویں کے حصول کے لئے جنت کے چشمہ کا وعدہ کیا گیا تھا۔(50)

پانچواں اقدام: آبی وسائل سمیت قدرتی وسائل پر اجارہ داری کا خاتمہ:

اسلام سے پہلے قوت کے بل بوتے پر زمین، دریاؤں اور چشموں پر قبضہ کرلیا جاتا تھا اور کمزور ان قدرتی وسائل کے فوائد سے محروم ہو جاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست کے باقاعدہ قیام سے پہلے اخلاقی تعلیمات کے ذریعے اور قیام حکومت کے بعد قانونی تحفظ کے ذریعے ان تمام قدرتی وسائل کو استفادے کے لئے عام کر دیا تھا جس میں انسانوں کی محنت کا دخل نہیں تھا اس سلسلے کی کلیدی قرآنی تعلیمات درج ذیل ہیں۔

۱:۔ زمین کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے جو اس نے انسانوں کو خلافت وامانت کے طور پر عطا فرمائی ہے۔ اس کے وسائل میں تمام انسان برابری کے ساتھ حصہ دار ہیں۔

'' اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ''(51)

ترجمہ: بے شک زمین اللہ کی (ملکیت) ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بناتا ہے۔

۲:۔ زمینیں تمام انسانوں کا ٹھکانہ اور ذریعہ منفعت ہے۔

'' وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ''(52)

ترجمہ: تم سب کے لئے مقررہ مدت تک زمین میں رہنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔

۳:۔ پانی کو بادلوں سے اللہ نے نازل کیا ہے۔ اگر انسان اس کو برسانے والے نہیں ہیں تو انہیں حق بھی نہیں

پہنچتا کہ وہ پانی کو اپنی ملکیت سمجھنا شروع کردیں۔

" اَفَرَءَ یْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ؕ ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ؕ "(53)

ترجمہ: کیا تم نے پانی کے بارے میں غور کیا ہے۔ جسے تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں؟۔

انہی قرآنی تعلیمات کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے پانی اور بعض دوسری چیزوں میں تمام انسانوں کو برابر کا شریک اور حق دار قرار دیا۔

" ثلثه لا یمنعن الماء والکلأ والنار ".(54)

ترجمہ: تین چیزوں سے کسی کو نہ روکا جائے۔ پانی، گھاس اور آگ۔

اسی سے ملتی جلتی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے بھی مروی ہے۔

" قال رسول الله ﷺ المسلمون شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلأ والنار وثمنه حرام". (55)

ترجمہ : رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" تمام مسلمان پانی، گھاس اور آگ میں شریک ہیں ان کی قیمت لینا حرام ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ایک سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

" عن عائشة رضی الله عنها انها قالت " یا رسول الله ! ما الشی ء الذی لایحل منعه ؟ " قال " الماء والملح والنار ".(56)

ترجمہ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ" یا رسول اللہ! کون سی چیز ہے جس سے روکنا حلال نہیں ہے" فرمایا" پانی، نمک اور آگ"۔

ایسے چشمے یا ایسے کنویں جو کسی کی ذاتی ملکیت ہوں ان میں بھی حکم ہے کہ مالک اپنی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے بعد بلا معاوضہ ضرورت مندوں کو پانی لینے کی عام اجازت دے۔

" لا یمنع فضل الماء لیمنع به الکلأ " (57)

ترجمہ: گھاس سے روکنے کے لئے زائد پانی سے کسی کو نہ روکا جائے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو یوں عنوان دیا ہے" باب من قال ان صاحب الماء

احق بالماء حتیٰ یرویٰ لقول النبی ﷺ لا یمنع فضل الماء “ عنوان کے الفاظ میں سے حتیٰ یرویٰ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مالک کو اپنی آبی ضروریات مکمل طور پر پورا کرنے کا حق حاصل ہے۔

زائد پانی کو بلا قیمت دینے کا حکم ان احادیث سے مستفاد ہوتا ہے۔

” **نهی رسول الله ﷺ عن بیع فضل الماء** “.(58)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے زائد پانی بیچنے سے منع فرمایا۔

” **لا یمنع فضل الماء ولا یمنع نقع البئر** “.(59)

ترجمہ: زائد پانی سے روکا جائے نہ کنویں پر جی بھر کر پانی پینے سے۔

” **ثلثه لا یکلمهم الله یوم القیمة ولا ینظر الیهم (.....) ورجل منع فضل مائه فیقول الله الیوم امنعک فضلی کما منعت فضل مالم تعمل یداک**“(60)

ترجمہ: تین (طرح کے) آدمیوں سے قیامت کے دن اللہ کلام نہ کرے گا اور نہ انہیں (رحمت کی نظر سے) دیکھے گا (.....) وہ آدمی جس نے فاضل پانی روکے رکھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج میں تجھ سے اپنا فضل روک لوں گا جس طرح تو نے وہ زائد پانی روکا تھا جسے تیرے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔

اس حدیث کا موضوع بحث سے تعلق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنا فضل بلا قیمت فرماتے ہیں اسی طرح آدمی کو ضرورت سے زائد پانی بے قیمت دوسروں کو دے دینا چاہئے۔

حرفِ آخر:

پانی کی کمی کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ نے اخلاقی اور مذہبی حوالے سے آبی وسائل کی تحصیل وتحفیظ کے لئے رغبت دلانے، پانی کے محتاط اور ضروری استعمال کی تاکید، مختلف طبقات کی کوششوں کو مربوط بنانے کے لئے مؤاخاۃ اور پانی کو قدرتی وسیلہ قرار دے کر اس میں تمام انسانوں کا برابر حق قائم کرنے اور اجارہ داری کی ممانعت جیسے اقدامات نے بہت تھوڑے عرصہ میں اہل مدینہ کا پانی مسئلہ حل کر دیا۔ جنہیں قیام ریاست وحکومت کے بعد انتظامی اقدامات اور قانونی تحفظ کے ذریعے پوری مملکت تک توسیع دے دی گئی۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الرھون، باب المسلمون شرکاء فی ثلاث، ص355۔
2۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 226/1۔
3۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، ص372۔
4۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلّم، ص19۔
5۔ علی متقی ہندی، کنزالاعمال، 459/8۔
6۔ ایضاً۔
7۔ نسائی، السنن، کتاب الوصایا، باب فضل الصدقۃ عن المیت، ص517۔
8۔ ایضاً، ص518۔
9۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب فضل سقی الماء، ص380۔
10۔ فتح الباری، 5/53-54۔
11۔ ترمذی، الجامع، کتاب المناقب، باب فی عد عثمان تسمیۃ شہیدا وتجہیزہ جیش العسرۃ، ص842۔
12۔ سمہودی، وفاء الوفاء، 968/3۔
13۔ ایضاً
14۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوصایا، باب اذا وقف ارضاً او بئراً او اشترط لنفسہ مثل دلاء المسلمین، ص460۔
15۔ فتح الباری، 498/5۔
16۔ ابوداوٗد، السنن، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی بئر بضاعۃ، ص21۔
17۔ منصور ناصف، التاج الجامع للاصول، 80/1۔
18۔ ایضاً۔
19۔ سمہودی، وفاء الوفاء، 957/3۔
20۔ ایضاً۔
21۔ ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 27/7۔
22۔ ابوداوٗد، السنن، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی بئر البضاعۃ، ص21۔
23۔ ایضاً۔

24۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فی زمزم، 468/3۔

25۔ ابن النجار، الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ، ص 123۔

26۔ القرآن، آل عمران: 93۔

27۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿لَنْ تَنَالُو الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ ص775، ح4554۔

28۔ السمہودی، وفاء الوفاء، ص980۔

29۔ ایضاً۔

30۔ ایضاً۔

31۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الاشربۃ، باب فی ایکاء الآنیۃ، ص 534، ح3735۔

32۔ السمہودی، وفاء الوفاء، ص972۔

33۔ ابن شبۃ النمیری (173-262ھ) کا ذکر ابن الندیم نے 'الفہرست' میں، یاقوت حموی نے 'معجم الادباء' میں، ابن خلکان نے 'وفیات الاعیان' میں، خطیب بغدادی نے 'تاریخ بغداد' میں، نووی نے 'تہذیب الاسماء واللغات' میں، الذہبی نے 'تذکرۃ الحفاظ' میں، ابن حجر نے 'لسان المیزان' میں اور السیوطی نے 'بغیۃ الوعاۃ' میں کیا ہے۔ ان سب نے انہیں صادق اللہجۃ، عالم بالآثار، ادیب، فقیہ، صاحب نوادر و اطلاع، عالم بالقراءات، صاحب تصانیف، سیر، مغازی اور تاریخ میں صاحب بصیرت لکھا ہے۔ مدینہ منورہ کی تواریخ میں ان کی کتاب 'تاریخ المدینۃ المنورۃ' مآخذ میں شمار ہوتی ہے۔

34۔ ابن شبۃ النمیری، تاریخ المدینۃ المنورۃ، الجزء الاول، ص 158۔

35۔ ایضاً، 37/3۔

36۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الحیض، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ، ص 145۔

37۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطہارۃ، باب ما یجزی من الماء فی الوضوء، ص24۔

38۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الطہارۃ وسننھا، باب ما جاء فی القصد وکراھیۃ التعدی فیہ، ص 62۔

39۔ ایضاً۔

40۔ ایضاً۔

41۔ شوکانی، نیل الاوطار، کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی قدر الماء فی الغسل والوضوء، 323/1۔

42۔ ایضاً، ص52۔

43۔ سہیلی ابوالقاسم، الروض الانف، 18/2۔

44۔ محمد الغزالی، فقہ السیرۃ، ص140-141۔

46۔

45۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب اذا قال اکفنی مؤونۃ النخل وغیرہ وتشرکنی فی الثمر، ص373۔

46۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الخراج، باب فی خبر النضیر، ص 440۔

47۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب، امام بخاریؒ نے باب کو بلاعنوان چھوڑ دیا ہے، ص377۔

48۔ کرم شاہ پیر، ضیاء النبی، 608/3۔

49۔ کائناتی عبدالرحمٰن، اسلامی نظام زراعت (مقالہ)، زرعی ڈائجسٹ (اسلام اور زراعت نمبر)، ص140-141

50۔ سمہودی، وفاء الوفاء، 941/3-984۔

51۔ القرآن، 128/7۔

52۔ القرآن، 36/2۔

53۔ القرآن، 68/56-69۔

54۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الرهون، باب المسلمون شرکاء فی ثلاث، ص354۔

55۔ ایضاً۔

56۔ ایضاً۔

57۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب من قال ان صاحب الماء احق بالماء حتیٰ یرویٰ لقول النبی ﷺ لایمنع فضل الماء، ص378

58۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع فضل الماء، ص685۔

59۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الرهون، باب النهی عن منع فضل الماء لیمنع به الکلأ، ص355۔

60۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب من رأی ان صاحب الحوض اوالقربۃ احق بمائہ، ص381۔